جمادی الثانی ۱۴۱۹ سنہ ھ

دعوۃ الحق
سلسلہ نشر و اشاعت
نمبر ۲۰۵

تسہیل المواعظ

از: مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ

صوم اور عید کی تکمیل
شرعی

بعد نظر اصلاحی: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ
محمد اشرف علی صاحب تھانوی
نور اللہ مرقدہ

اس تسہیل المواعظ کے متعلق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کا ارشاد

احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجاتے گا۔ ان شاء اللہ تعالے

زیر سرپرستی: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000۔ ☎ 042 - 6373310
042 - 6370371

ناشر: انجمن احیاء السنّۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6861584-042-6551774

لطف دنیا کے ہیں گے دن کے لیے

کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے

یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ

تو نے ناداں گُل دیئے تنکے لیے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل المواعظ

صوم اور عید کی تکمیل

○

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا
شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب
نوراللہ مرقدہٗ

○

ناشر:
انجمن احیاء السنۃ رجسٹرڈ
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور

سلسلہ اشاعت دعوۃ الحق نمبر ۲۰۵

نام کتاب ________ تسہیل المواعظ
عنوانِ وعظ ________ صوم اور عید کی تکمیل
واعظ ____ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ
تسہیل ____ مولانا انوار الحق صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ
کتابت ________ محمد علی زاہد
اشاعت اوّل جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
ناشر ________ انجمن احیاء السنّۃ (رجسٹرڈ) لاہور
پروسیس ____ الائیڈ گرافک سنٹر،، نسبت روڈ، لاہور

ملنے کے پتے

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲۔ پوسٹ بکس ۱۱۸۲-کراچی

زیرِ سرپرستی: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000- ☎ 042 - 6373310
042 - 6370371

ناشر: انجمن احیاء السنّۃ (رجسٹرڈ)
نصیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6861584-042-6551774

فہرست

صوم اور عید کی تکمیل

منتخب از کمال الصوم والعید وعظ ہفتم دعوات عبدیت حصہ دوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ

فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِشَھْرِ رَمَضَانَ ھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے بارے میں کہ وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ تو رحمت ہے اور درمیان کا حصہ گناہوں کی معافی ہے اور اخیر کا حصہ دوزخ سے نجات ہے۔ اس کے متعلق یہ مضمون ہیں رمضان شریف کی خوبیاں پہلے جمعہ میں پورے طور پر بیان ہو چکی ہیں۔ آج صرف دو مضمون بیان کرنے ہیں ایک تو یہ کہ رمضان کے جو کچھ دن باقی رہ گئے ہیں

ان کے بارے میں کچھ بیان ہوگا۔ دوسرے کچھ عید کے بارے میں بیان ہوگا اور چونکہ اس حدیث کو دونوں مضمونوں سے تعلق ہے اس لیے اس حدیث کو بیان کے لیے اختیار کیا گیا یہ حدیث ایک بہت بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو حضورؐ نے شعبان کے مہینہ میں آخری جمعہ کے خطبہ میں پڑھا تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں ایک خاص خطبہ پڑھا جو کہ اور جمعوں میں نہ پڑھتے تھے۔

آخری جمعہ کو خطبۃ الوداع کا بدعت ہونا

مسلمانوں سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس خطبہ پر توجہ نہ کی اور شعبان کے آخری جمعہ کے لیے اس کو ضروری نہ رکھا جس سے سنت کی پابندی ہوتی۔ بلکہ اس کے بدلہ رمضان کے آخری جمعہ کے لیے ایک خاص خطبہ تراش لیا اور اس کا نام خطبۃ الوداع رکھا جس کا کہیں حدیث میں پتہ تک نہ تھا اور پھر اس کی اس قدر پابندی کر لی کہ اگر وہ خطبہ نہ پڑھا جائے تو سمجھتے ہیں کہ جمعہ ہی ٹھیک نہ ہوا اب تو خیر اس کی پابندی کچھ پہلے سے کم بھی ہو گئی مگر پھر بھی بہت سے لوگ اس خیال کے موجود ہیں کہ وہ اس الوداعی خطبہ کو رمضان کے اخیر جمعہ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔

عید گاہ میں بچوں کا لے جانا اور اس کی خرابی

آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو عید گاہ میں لے جانے کا رواج ہو گیا ہے جس کو دیکھو وہ اپنے ساتھ ایک دم چھلا ضرور لیے ہوتے ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ ہر سال اس کی وجہ سے تکلیف اٹھاتے ہیں مگر پھر بھی لوگوں کو ذرا ہوش نہیں آتا شاید کوئی سال ایسا ہوتا ہو کہ

بچے عید گاہ میں جاکر خاص نماز کے وقت رونا بسورنا شروع کرتے ہیں بلکہ ایک دو تو ان میں سے ہگ موت (پاخانہ، پیشاب) بھی دیتے ہیں۔ خود میرے سامنے کا قصہ ہے کہ میری طالب علمی کے زمانہ میں میرا ایک رشتہ دار جس کی عمر بہت کم تھی عید گاہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور اس نے نماز کے وقت پاخانہ پھرنے کے لیے کہا اس کی اس فرمائش کو سُن کر بہت پریشانی ہُوئی اوّل تو خاص نماز کا وقت دوسرے میرٹھ کی عید گاہ جس میں ہزاروں آدمیوں کا جمگھٹا کہیں قریب ایسا جنگل بھی نہ تھا جس میں اس کو بٹھلا دیا جاتا آخر یہ رائے ہُوئی کہ ایک کو چار آنے دیتے گئے اس نے اپنے تخت کے نیچے اس کو بٹھلا دیا چاروں طرف سے کپڑا لٹکا ہُوا تھا۔ اوپر رنگ برنگ کی مٹھائی اور اندر یہ تحفہ بھرا ہوا تھا۔ یہاں سے ایک نصیحت کی بات خیال میں آئی کہ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اس مٹھائی کی طرح ہمارا ظاہر تو خوب رونق دار سجا ہوا اور چکنا چپڑا رہتا ہے لیکن ہمارے باطن کی یہ حالت ہے کہ جیسا مُرغی کا گوہ کہ بیہودہ خیالوں سے بھرا ہوا ہے صورت تو ایسی ہے کہ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر وحی ختم نہ ہو چکتی تو حضرت جبریل علیہ السلام انہیں کے پاس آتے اور دل کی یہ حالت ہے کہ شیطان کے بھی شیطان ہیں۔

نماز باجماعت کی حکمتیں

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ سب کی نمازیں اکٹھی ہو کر سرکار میں پیش ہوں گی اگر کوئی بھی قبول ہونے کے لائق ہُوئی تو اس کی برکت سے سب کی نمازیں قبول ہو جاویں گی۔ انہیں خوبیوں کی وجہ سے تو جماعت کی ہم کو بہت تاکید کی گئی ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ اگر کسی کا تنہا نماز پڑھنے میں خیال نہ بٹے اور جماعت سے پڑھنے میں خیال بٹے اور طرح طرح کے وسوسے دل میں آئیں تب بھی اس شخص کو جماعت سے

ہی پڑھنی چاہیے اگر وسوسے دل میں آئیں تو آیا کریں شرع نے وسوسوں کے روک تھام کرنے کی اتنی تاکید نہیں کی کہ اس کی وجہ سے جماعت چھوڑ دیں۔

احکام کی مصلحتیں سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں

بعض لوگ بدعتوں میں مصلحتیں بیان کیا کرتے ہیں حالانکہ مصلحت سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے یہ تو اس کا کام ہے جس کو ظاہری علم بھی ہو اور خداوندی مدد بھی اس کے ساتھ ہو اور اس کی پہچان یہ ہے کہ عالموں نے بھی اس کی رائے کو مان لیا ہو اور مولویوں کا گروہ اس کی طرف جھکا ہوا ہو۔

گاؤں میں جمعہ صحیح ہونا اور مخالفین پر نہایت عمدہ الزام

دیکھ لیجئے کہ بعض لوگ جمعہ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ جمعہ اگرچہ گاؤں میں صحیح نہیں ہوتا لیکن نہ پڑھنے سے پڑھنا ہر طرح اچھا ہے۔ دیکھا آپ نے کہ اپنی رائے کو دخل دے کر کس قدر بڑی غلطی کی ہے میں نے جواب دیا کہ اگر یہی بات ہے تو اچھا بتلائیے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ بمبئی میں گو حج نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اگر کر لیا جاوے تو نہ کرنے سے تو اچھا ہے اس کا کیا جواب دو گے یہی کہو گے کہ اجی بمبئی حج کی جگہ نہیں ہے بس اسی طرح سمجھ لو کہ گاؤں بھی جمعہ کی جگہ نہیں۔ غرض یہ کہ دین کے سمجھنے کے لیے بڑی عقل کی ضرورت ہے بھولا بھالا ہونے سے کام نہیں چلتا اور یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی نبی آتے وہ عقل میں کامل تھے کوئی نبی بھی بھولا بھالا نہیں ہوا اکثر لوگ بزرگوں کی تعریف میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ بہت بھولے ہیں یاد رکھو کہ اگرچہ بھولا ہونا بھی اچھا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے لیکن پھر بھی اس کی وجہ سے آدمی

بہت سی خوبیوں سے محروم رہ جاتا ہے اس لیے کوئی نبی بھی بھولا نہیں ہوا۔ ہمارے بھی نبی عقل میں کامل تھے۔

بھولا ہونا کوئی بڑا کمال نہیں

اور حقیقت میں عقل ہے بھی ایسی ہی بڑی نعمت۔ میرے سامنے ایک شخص نے ایک صوفی سے دریافت کیا کہ سالک کا مرتبہ بڑا ہے یا مجذوب کا؟ انہوں نے اس کا عجیب جواب دیا مجھے وہ جواب بہت ہی پسند آیا۔

سالک مجذوب سے عقل کی ہی وجہ سے افضل ہے

کہنے لگے کہ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ عقل ایسی چیز ہے کہ دیکھو شراب پینے سے وہ جاتی رہتی ہے تو شریعت نے شراب پینے ہی کو حرام کر دیا اور ظاہر ہے کہ سالک کی عقل ٹھکانے رہتی ہے اور مجذوب عقل سے باہر ہوتا ہے اب تم خود سمجھ لو کہ سالک کا رتبہ بڑا ہے یا مجذوب کا حضرت سیوطیؒ کی ایک کتاب ہے اس میں انہوں نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم قبر میں تن تنہا رکھے جاؤ گے اور دو فرشتے عجیب صورت کے آکر تم سے سوال کریں گے کہ خدا کو ایک جانتے تھے یا نہیں اور نبی پر ایمان لاتے تھے یا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور کس قدر پیارا جواب عرض کیا۔ اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو فرمائیے کہ اس وقت ہماری عقل بھی ٹھکانے رہے گی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عقل باقی رہے گی بلکہ اور بڑھ جائے گی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر عقل

باقی رہی تو کوئی خوف کی بات نہیں اللہ تعالےٰ نے چاہا تو سب معاملہ درست ہوجاوے گا دیکھیے کہ یہ حضرات صحابہؓ عقل کی کس قدر عزت کرتے تھے اور اس کو کتنی بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ ایک ہم لوگ ہیں کہ عقل جاتے رہنے کو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں۔

قصّہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃُ اللّٰہ علیہا کا

اس پر ایک قصّہ یاد آگیا گو میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ممکن ہے کہ غلط ہو لیکن اس کے غلط ہونے سے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیوں کہ ہم اپنے مضمون کو حدیث سے ثابت کرچکے ہیں خیر قصّہ ہے کہ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کو جس وقت دفن کیا تو موافق قاعدہ کے فرشتوں نے آکر سوال کیا تو رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ بھلا جس خدا کو مَیں نے عمر بھر یاد رکھا اسے گز بھر زمین کے نیچے آکر کیسے بھول جاؤں گی تم اپنی تو خبر لو کہ تم کتنی بڑی دُور سے راستہ چل کر آتے ہو کیا تم کو بھی خدا یاد ہے کہ نہیں سُبحان اللہ بزرگوں کو بھی کس قدر اطمینان ہوتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی عقل باقی رہتی ہے اس صوفی نے یہ کہا کہ بھائی سالک کا مرتبہ بڑا ہے کیونکہ اس کی عقل باقی رہتی ہے جسکی بدولت اس کو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات ہوتی ہے۔

ایک عابد کا گناہ کرنے والوں سے خفا نہ ہونے کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ فلاں شہر کو اُلٹ دو حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ اس شہر میں فلاں شخص بھی رہتا ہے جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کیا اس کو بھی سب کے ساتھ الٹ دوں، فرمایا

ہاں اس کو بھی اُلٹ دو کیونکہ وہ دوسروں کو گناہ کرتے دیکھتا تھا لیکن اس کو کبھی ان پر غصہ تک نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ کے محب کو ناجائز کاموں پر غصہ آنا لازمی ہے اور اسکی مثال

دیکھئے یہ شخص ظاہر میں ایسا بزرگ تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی دھوکہ ہوگیا لیکن حقیقت میں ایک بہت بڑے گناہ میں پھنسا ہوا تھا کہ اس کو اللہ تعالےٰ اور اس کے حکموں کے ساتھ ذرا بھی محبت کا جوش نہ تھا۔ ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ اور رسولؐ کی محبت ہو اور پھر لوگوں کو ان کے حکم کے خلاف کرتے دیکھے اور غصہ نہ آتے آج کل اگر کسی دیندار کو لوگوں کی کسی بیہودہ بات پر غصہ آتا ہے تو اسے بدمزاج بتلاتے ہیں بلکہ اس کو رائے دیتے ہیں کہ صاحب نرمی سے جواب دینا چاہیے تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص سے یہ کہا جاوے کہ ہم نے تمہاری ماں کو بازار میں اس طرح بیٹھے ہوتے دیکھا کہ کسبیوں کے سے کام کر رہی تھی تو کیا اس شخص کو غصہ نہ آوے گا اور کیا ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے سُن لے گا اور کہنے والے سے لڑنے مرنے کو تیار نہ ہو جاوے گا اور کیا اس کو بھی یہی رائے دی جاتے گی کہ نرمی سے جواب دے ہرگز نہیں مگر مولویوں پر اعتراض ہے کہ یہ بہت جلد خفا ہو جاتے ہیں اور ان کی ناک پر غصہ دھرا رہتا ہے لیکن صاحبو! ذرا غور کیجئے اور انصاف سے کام لیجئے کہ کوئی مولوی بھی سیدھی بات پر خفا نہیں ہوتا نہ کسی مولوی کی ناک پر غصہ دھرا رہتا ہے۔ اگر پوچھنے کی طرح ان سے پوچھیں اور بات کرنے کی طرح ان سے بات کریں تو ہرگز کبھی کوئی مولوی خفا نہ ہو ہاں جب ان کے سامنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر اعتراض کرتے

ہیں تو ضرور وہ غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں اور یہ غصہ کچھ بُرا نہیں یہ تو دین کی جماعت ہے صاحبو! کیا شریعت کے حکموں کی اتنی بھی بڑائی اور محبت دل میں نہ ہو جتنی کہ اپنی ماں کی ہے۔ ماں کے حق میں تو بے غیرتی کی بات سن کر قابو سے باہر ہو جاتے اور اپنے آپے میں نہ رہے اور شریعت کی ہتک دیکھ کر اس کو غصہ بھی نہ آجاتے کس قدر بے انصافی ہے جن لوگوں کو غصہ نہیں آتا ان کے دل میں شریعت کی محبت اور قدر ہی نہیں۔ اوّل اپنے دل میں شریعت کی محبت پیدا کرو پھر بھی اگر یہ حالت رہے تو جانیں۔ صاحبو! صرف زبانی باتیں سُن کر سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایسی محبت کیونکر ہو جاتی ہے جس سے اس قدر غیرت بڑھ جاتی ہے کہ شریعت کی بے ادبی دیکھ نہیں سکتے۔ بات یہ ہے کہ اپنے اوپر یہ حالت گذری نہیں۔ صاحبو! بزرگوں کو تو اتنی غیرت ہوتی ہے کہ جو چیز بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا دل ہٹاتی ہے اس کو وہ گمراہ کرنے والی سمجھتے ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی غیرت کا قصہ

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قصہ ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک جانور اس میں آگیا باغ بہت گنجان تھا باہر نکل جانے کے لیے اس کو کوئی راستہ نہ ملا پریشان ادھر اُدھر اُڑتا پھرنے لگا اس کی یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دل میں ایک قسم کی خوشی پیدا ہوئی کہ میرا باغ کس قدر گنجان ہے اور درخت آپس میں کس قدر ملے ہوئے ہیں کہ کوئی جانور آسانی سے اُڑ کر نکل بھی نہیں سکتا یہ خیال آنے کو تو آگیا مگر اس کے ساتھ ہی چونک پڑے اور دل میں سوچنے لگے کہ ہائیں اے طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تیرے دل میں مال کی یہ محبت کہ نماز میں بھی تیرا اس کی طرف خیال گیا آخر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور میرے باغ نے تو آج نماز ہی کی حالت میں مجھے اپنی طرف مشغول کر لیا اور میرے دل کو اللہ کی طرف سے ہٹا دیا اس وجہ سے میں اس کو اپنے پاس ہی نہیں رکھنا چاہتا اور اپنی اس خطا کو معاف کرانے کے لیے اس باغ ہی کو اللہ کی راہ میں دیئے دیتا ہوں آخر کار اس کو اللہ کی راہ میں دیدیا جب دل کو اطمینان ہوا۔ ان بزرگوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر شیطان کے وسوسہ سے انکے دل کو کچھ بھی دُنیا کی طرف میلان ہو جائے تو فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور اتنا قلق ہوتا ہے گویا دُنیا کی بادشاہت ہاتھ سے نکل گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بادشاہی جاتے رہنے سے بھی اتنی تکلیف نہیں ہوتی جو ان حضرات کو دُنیا کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو جانے سے ہو جاتی ہے ۔ شاید لوگوں کو تعجب ہو کہ ذرا سا خیال آنے سے انہیں اتنا رنج کیوں ہوا تو سمجھ لو کہ ان کے نزدیک اللہ تعالےٰ میں مشغول رہنا اتنا قیمتی ہے کہ دنیا کی اس کے سامنے کچھ بھی ہستی نہیں بلکہ ان کو جنت بھی صرف اسی وجہ سے پسند ہے کہ وہاں ہمیشہ کے لیے اللہ تعالےٰ کی رضامندی نصیب ہو گی ورنہ ان کو جنت کی بھی کچھ پروا نہ ہوتی بلکہ انہیں تو اپنے محبوب سے غرض ہے۔ جنگل میں اگر محبوب کا ساتھ ہو جاوے تو وہ ہزار بستیوں سے ان کے نزدیک بڑھ کر ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حکایت

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابیؓ تھے ان کا نام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوتے اور عرض کیا کہ حضورؐ اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہم کو وہ درجہ تو نصیب ہو نہیں سکتا جو درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا اور جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ بھی

نہ سکیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ دیکھ سکیں گے تو ہم جنت کو لے کر کیا کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سُن کر چپ ہو گئے اسی وقت وحی آئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کی تابعداری کرے گا وہ بھی نبیوں کے ساتھ ہو گا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کی کہ میرے دیکھنے اور ملاقات کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ میرا ہی درجہ نصیب ہو تو دیکھ سکو ورنہ نہیں۔ بلکہ دیکھنے اور ملاقات کے لیے تو صرف محبت اور تابعداری ہی کی ضرورت ہے اور جس کو یہ بات نصیب ہے اسے دیکھنے اور ملاقات کرنے سے کچھ روک ٹوک نہیں ہو گی یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے بادشاہ کے دربار میں خدمت گار خدمت کے لیے امیروں سے پہلے پہنچتا ہے حالانکہ کہاں بادشاہ کا مرتبہ اور کہاں بے چارہ خدمت گار۔

غیرت کا مقتضا محبوبؐ کے غیر کو مٹا دیتا ہے

سوان حضرات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک اللہ پاک کی رضامندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مقابلہ میں دونوں جہاں کی بھی کچھ ہستی نہیں غیرت اور محبت کی تو خاصیت ہی یہ ہے کہ جب یہ بڑھ جاتی ہے تو سب کچھ چھوٹ جاتا ہے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے غیرت ہی میں بادشاہت ہی چھوڑ دی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک حالت میں دو طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اور یہ ہو نہیں سکتا اس واسطے ایک طرف کی توجہ کو چھوڑنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا انہیں ضروری ہوتی ہے اس کو تو چھوڑ نہیں سکتے۔ پس دُنیا ہی پر لات مار دیتے ہیں غرض کہ جن کو اللہ پاک سے محبت ہوتی ہے ان کو اس بات سے غیرت آتی ہے کہ سوائے ان کے اور کسی میں مشغول ہوں اور اسی غیرت

کی وجہ سے ان میں دین کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ جس کو لوگ کہتے ہیں کہ ان کی ناک پر غصہ دھرا رہتا ہے۔ حالانکہ یہ ایسی چیز ہے کہ دیکھو اس شخص کے اندر جس کو حضرت جبرئیلؑ نے نیک سمجھا تھا۔ اسی غصہ کی تو کمی تھی پھر کیا نتیجہ ہوا کہ جہاں اور گنہگار اُلٹ دیئے گئے وہاں اس کے لیے بھی حکم ہو گیا کہ ہاں اس کو بھی ان کے ساتھ ہی اُلٹ دو حالانکہ اس کی اور سب باتیں اچھی تھیں۔

عقل کے اعتبار سے انسان کی چار قسمیں ہیں

جو لوگ عقل پوری رکھتے ہیں ہدایت کا کام انھیں کے سپرد ہوتا ہے اور جن بزرگوں کو ہدایت کے کام سے کچھ تعلق نہیں البتہ وہ بھولے بھالے بھی ہوتے ہیں کیونکہ انہیں صرف اپنا ہی درست کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے جتنی اپنی عقل ہے اسی قدر درستی کا بھی ان کو حکم ہوتا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جن بزرگوں کو ہدایت کا کام سپرد ہوتا ہے جیسے کہ نبی وہ تو بھولے بھالے نہیں ہوتے بلکہ بڑے عقل مند ہوتے ہیں اور یہی کامل بھی ہیں اور جن بزرگوں کو ہدایت کے کام سے کچھ تعلق نہیں ہوتا یہ لوگ البتہ بھولے بھالے ہوتے ہیں اس لیے بعضوں نے کہا ہے کہ انسان چار قسم کے ہیں ایک وہ جن کو دین کی عقل بھی ہے اور دنیا کی بھی جیسے انبیا اور وہ عالم جو ان کے نائب ہیں اور ہدایت کا کام ان کے سپرد ہے دوسرے وہ جن کو دین کی عقل ہے اور دنیا کی نہیں جیسے بھولے بھالے بزرگ تیسرے وہ جن کو دین کی عقل نہیں اور دنیا کی عقل ہے جیسے عقل مند کافر چوتھے وہ جن کو دنیا کی عقل ہے نہ دین کی جیسے بے وقوف کافر۔ غرض نبی اور ان کے نائب علماء عقل میں پورے ہوتے ہیں گو تجربہ میں کم ہوں کیونکہ وہ دنیاوی کاموں میں تو کھپے نہیں رہتے جس سے تجربہ

بھی زیادہ ہوتا۔ بعض لوگوں نے عجب خلط ملط کر دیا ہے کہ عقل اور تجربہ کو ایک چیز سمجھتے ہیں ان دونوں میں فرق نہیں کرتے اور جب عالموں کو تجربہ کار نہیں دیکھتے تو ان کو کم عقل اور بے وقوف سمجھتے ہیں حالانکہ تجربہ دوسری چیز ہے اور عقل دوسری چیز ہے اسی طرح جن قوموں کو صنعت اور کاریگری اچھی آتی ہے ان کو لوگ کہتے ہیں کہ بڑے عقل مند ہیں حالانکہ ان کو ایک کام میں تجربہ ہو گیا ہے اس لیے انہیں کاریگر کہنا چاہیے نہ کہ عقل مند۔ کاریگر ہونا اور چیز ہے اور عقل مند ہونا اور چیز ہے اگر ہم مثلاً افلاطون کو ایک جولاہے کے گھر لے جائیں اور اس کی کارگہ میں بٹھا دیں اور کہیں کہ ایک مہین تنزیب بنو تو وہ ہرگز نہ بن سکے گا اور جولاہا عمدہ سے عمدہ بُن دے گا کیا اس وجہ سے اس جولاہا کو افلاطون سے زیادہ عقل مند کہنے لگیں گے ہرگز نہیں ہاں یہ کہیں گے کہ افلاطون اس کام کو اتنا نہیں جانتا جتنا کہ یہ جولاہا جانتا ہے۔ پس عالم خواہ تجربہ کار نہ ہوں مگر پورے عقل مند ہوتے ہیں اور یہی انبیاء کے نائب ہوتے ہیں۔ مخلوق کو ہدایت کرنا ان کا منصب ہوتا ہے۔ پس دین کے حکموں میں کسی کو ان کے خلاف کرنے کا حق نہیں۔

پس سمجھ لینا چاہیے کہ الوداع کا خطبہ شرع سے بالکل ثابت نہیں اور اس کے پڑھنے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ پس اس کو ضرور چھوڑ دینا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ لوگ اس بہانہ سے آجاتے ہیں گر یہ نہ ہوگا تو لوگ نماز میں آنا چھوڑ دیں گے۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہیں وہ تو ہر حالت میں آویں گے خطبہ وداع پڑھا جاوے یا کوئی دوسرا خطبہ اور جو لوگ صرف رسم کی پابندی کی وجہ سے آتے ہیں اگر اس خطبہ کے چھوڑنے کی وجہ سے نہ بھی آویں تو نہ آو ہم ان کے بلانے کے لیے کیوں ایک بدعت بڑھائیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اگر وعظ میں تم بیوہ عورتوں کے نکاح کا

ذکر نہ کرو تو میں بھی آؤں گا۔ میں نے کہا تو آج ضرور ہی بیان کروں گا۔ تمہارا جی چاہے آؤ نہ جی چاہے نہ آؤ۔ دین کسی کے آنے کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے انصاف کی حکایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں جبلہ بن ایہم غسان جو کہ ایک بادشاہ تھا مسلمان ہوا حج کے زمانہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ دوسرا ایک غریب آدمی بھی ساتھ ساتھ طواف کر رہا تھا اتفاق کی بات کہ اس غریب آدمی کے پیر کے نیچے اس کی ازار کا کنارا دب گیا۔ جبلہ جب آگے بڑھا تو اس کی لنگی کھل گئی اور ننگا رہ گیا۔ چونکہ اپنے کو وہ بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا اس وجہ سے اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بے چارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ اسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ امیر المومنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا۔ حضرت نے فرمایا جبلہ کو ہمارے پاس بلالاؤ۔ صاحبو غور کیجئے یہ امتحان کی جگہ ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلالیا جاتا ہے۔ خیر جبلہ کو لایا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا واقعہ دریافت کر کے اس غریب سے فرمایا کہ جبلہ سے اپنا بدلہ لے لو۔ جبلہ نے جب سُنا تو بہت غصہ سے کہا کہ امیر المومنین اے مسلمانوں کے سردار مجھ کو اور ایک معمولی بازاری غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے کیونکہ اس میں تو امیر و غریب سب برابر ہیں۔ تم نے اس کا دانت توڑا تھا دانت بھی ضرور توڑا جائے گا۔ دیکھئے اس کا نام ہے دینی بھائی ہونا۔ ایک آج کا وقت ہے کہ امیروں اور رئیسوں کی دُنیا ہی اس دُنیا سے جدا اور نرالی ہے وہ غریبوں کو

انسان ہی نہیں سمجھتے ۔ لیکن اس گئے گذرے وقت میں بھی اگر اس کا کچھ اثر باقی ہے تو اللہ والوں میں ہے ۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مساکین سے محبت رکھنے کی حکایت

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے ہاں ایک بڑے عہدیدار شخص مہمان آئے جب کھانے کا وقت ہُوا تو حضرت نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا اور چونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے اس لیے دوسرے غریب مہمان ان کے لحاظ سے پیچھے ہٹ گئے ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ صاحبو آپ لوگ پیچھے کیوں ہٹ گئے کیا اس وجہ سے ہٹ گئے کہ ایک عہدہ دار جو میرے ساتھ بیٹھا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں میرے دل میں جتنی تمہاری عزت ہے ان کی ہرگز نہیں پھر آپ نے سب غریب طالب علموں کو بھی ساتھ بٹھا کر کھلایا شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہدیا ہوگا خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا جن لوگوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ان کے لیے ایک قصہ بیان کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ وہاں بڑائی نام کو بھی نہ تھی ۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا حدیث شریف پڑھا رہے تھے بادل ہو رہا تھا کہ یکایک ہی بوندیں پڑنے لگیں جتنے بھی طالب علم پڑھ رہے تھے سب کتابیں لے کر بھاگے تاکہ کتابیں خراب نہ ہو جائیں اور سہ دری میں جاکر ٹھہرے اور کتابیں رکھ کر جوتے اٹھانے چلے صحن کی طرف جو منہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سب کے جوتے سمیٹ کر اکٹھے کر رہے ہیں اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت مولانا اپنے کو کچھ بھی بڑا نہ سمجھتے تھے

بلکہ ان کو صرف دین کی محبت ہی تھی جس سے غریبوں کو امیروں سے کچھ کم نہیں سمجھا۔ یہی لوگ ہیں جن کی برکت سے دُنیا کے کام چل رہے ہیں جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت آجاوے گی غرض یہ تو حضرت کا امتحان تھا جس میں وہ پورے اترے آگے جبلہ کا امتحان ہے کہ دیکھیں کیا سمجھ کر ایمان لایا ہے دنیا کی عزت کے لیے ایمان لایا ہے کہ مسلمانوں کی تو عزت بڑھتی چلی جاتی ہے لاؤ ہم بھی مسلمان ہو جاویں تو ہم کو بھی عزت ملے گی۔ یا صرف خدا کو راضی کرنے اور ثواب جنت ہی کے لیے ایمان لایا ہے۔ ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے بھی اسی غرض سے ملتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اور ان کو بڑا سمجھتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ رہیں گے تو ہماری بھی عزت ہوگی۔ اکثر لوگ ایسے ہی بزرگوں سے چھانٹ چھانٹ کر مرید ہوتے ہیں کوئی جولاہے، تیلی سے مرید نہیں ہوتا گو وہ کتنا ہی بزرگ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے نہ تو سچی طلب ہی ہے اور نہ محبت۔ جہاں دیکھا کہ دُنیا کی غرضیں پوری ہوتی ہیں اس طرف چار قدم بڑھا دیئے اور اگر دیکھا کہ یہاں دنیاوی غرض پوری ہونے کی کچھ صورت نہیں تو پاس بھی نہ پھٹکے ایسے ہی لوگ تو امتحان کے وقت ادھورے اترتے ہیں۔ پس جبلہ کا امتحان ہوا اور وہ اس میں پُورا نہ اُترا، یعنی اس نے کہا کہ اچھا مجھے ایک دن کی مہلت دے دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کا تم نے قصور کیا ہے اگر یہ مہلت دے دے تو مل سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اس شخص سے پوچھا گیا کہ تم مہلت دیتے ہو وہ بے چارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اس نے فوراً مہلت دے دی جبلہ موقع پا کر رات کو اُٹھ بھاگا اور رومیوں سے جا ملا اور پھر عیسائی ہو گیا۔ دیکھئے اس کو دین کی سچی طلب اور محبت نہ تھی کہ ذرا سی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جس کا نتیجہ ہمیشہ کی

ذلت ہے اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھئے کہ ذرا بھی پروا نہیں کی کہ یہ امیر ہے اور دوسرا غریب ادھر اس کو دیکھئے کہ ذرا سی تکلیف بھی اپنے نفس پر گوارا نہ کرسکا۔ ایسے بہت لوگ ہیں کہ شرع کی پابندی صرف دنیاوی نفع کے لیے کرتے ہیں۔

اللہ کے طالب کے لیے صابر اور بُردبار ہونا ضروری ہے

لیکن جو اللہ تعالےٰ کے سچے بندے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ان پر کچھ بھی گذر جاوے مگر وہ حق کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ دیکھئے جو لوگ کیمیا کی تلاش کرتے ہیں وہ ساری عمر اسی میں کھپا دیتے ہیں اور ہمیشہ ایک تاؤ کی کسر رہتی ہے۔ لیکن آپ نے کسی کیمیا کے طلب گار کو نہ دیکھا ہوگا کہ وہ اس سے گھبرا گیا ہوگا اور کیمیا کی فکر چھوڑ دی ہو تو پھر کیا اللہ کا طلبگار کیمیا کے طلب گار کے بھی برابر نہ ہو۔ خوب سمجھ لو کہ جو اُکتا گیا وہ طلب گار ہی نہیں طلب کی صورت کو طلب نہیں کہہ سکتے جیسے کہ آدمی کی صورت کو آدمی نہیں کہہ سکتے۔

رمضان کا اوّل حصہ رحمت درمیانی حصہ بخشش آخری حصہ دوزخ سے نجات ہے

پس جو لوگ الوداع کا خطبہ نہ ہونے سے نہ آویں ان کے نہ آنے کی کچھ بھی پرواہ نہ کی جاتی اور ایسی وہمی مصلحتوں سے بدعتوں کی اجازت نہ دی جاوے گی۔ البتہ شعبان کے آخری جمعہ کا خطبہ بے شک سنت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ پڑھا جس کا یہ ایک ٹکڑہ ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کی برکتیں اور خوبیاں بیان فرماتے ہیں کہ رمضان ایسا مہینہ ہے اس کا اوّل حصہ رحمت ہے اور درمیان حصہ گناہوں کی معافی ہے اور آخری حصہ آگ سے چھٹکارا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ جو فرمایا

گیاکہ اس کا اوّل حصہ رحمت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت تو مہربانی کا نام ہے چوں کہ رمضان کے اوّل حصہ میں اللہ تعالٰے نیک کام کرنے کی ہمت زیادہ کر دیتے ہیں اور ہمت ایسی چیز ہے کہ بے اس کے کچھ کام نہیں چلتا اس وجہ سے فرمایاکہ اس کا اوّل حصہ رحمت ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کیا مہربانی ہوگی کہ نیک کاموں کی ہمت تم کو پہلے سے بہت زیادہ نصیب ہوگی اور یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ جو یہ بعض آدمیوں کو تھوڑے سے نیک کاموں پر ناز ہو جاتا ہے یہ بہت کم عقلی کی بات ہے کیونکہ انسان کو اگر ان کی طرف سے ہمت نہ ملے تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔

بغیر توفیق کے کوئی نیک عمل نہیں ہوتا

پس یہ تو اللہ تعالٰے کی مہربانی ہے کہ ہم کو نیک کاموں کی ہمت دیتے ہیں۔ اس کو اپنا کمال کوئی نہ سمجھے جب تک دل میں کچھ ہمت نہیں ہوتی آدمی کچھ بھی نہیں کرسکتا اور یہ اللہ تعالٰے کے اختیار میں ہے آخر کیا وجہ تھی کہ ابوجہل جو کہ نہایت سمجھدار سمجھا جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ میں چچا بھی ہوتا تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے کے لیے بہت کچھ سمجھایا لیکن اس کو کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کو دیکھئے کہ حبشہ کے تو رہنے والے تھے اور نہ کچھ زیادہ عقل مند سمجھے جاتے تھے اور نہ کبھی اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان کو نصیب ہوئی تھی کیونکہ مدینہ میں آتے ہی ایک کافر کے پھندے میں پھنس گئے اور پھر خود آزاد بھی نہ تھے جس سے کچھ دین کی باتیں پوچھنے کا موقع ملتا اور پھر تکلیف کا یہ عالم تھا کہ پتھر تپتا ہوا سینہ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوتے بھی آپ کی یہ حالت تھی کہ زبان سے یہی کلمہ نکلتا تھا اَحد اَحد یعنی اللہ

ایک ہے دیکھا آپ نے کہ ایک کو تو کلمہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہو حالانکہ دولت اور راحت اور سمجھ بوجھ سب کچھ تھی اور دوسرے کو تکلیفوں پر تکلیفیں تھیں اور پھر بھی اللہ ہی کا نام زبان سے نکلتا تھا آخر اس کی وجہ کیا تھی۔ بس یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے ابوجہل کو توہمت نہیں دی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دی تھی۔ حقیقت میں جب تک اُدھر سے مدد نہ ہو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ میں ایسا ہوں ویسا ہوں بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے بادشاہ کے مکان کے نیچے سے ہو کر گذرے بادشاہ نے ان کو اپنے پاس ملنے کے لیے بلایا انہوں نے کہا کہ کیونکر آؤں دروازہ تو بڑی دُور ہے اور پھر وہاں پر چوکی بادشاہ نے کمند لٹکا دی یہ اس کے سہارے سے اوپر پہنچ گئے جب یہ وہاں پہنچے تو باتیں شروع ہوئیں باتوں میں بادشاہ نے پوچھا کہ آپ اللہ تعالےٰ تک کیسے پہنچے انہوں نے کہا جیسے آپ تک پہنچا کہ آپ نے کمند ڈال کر مجھ کو اپنے پاس کھینچ لیا اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بھی محبت کی کمند ڈال کر مجھ کو کھینچ لیا واقعی سچ کہا جب وہی کھینچتے ہیں تب کوئی پہنچتا ہے۔

دُعا میں یہ قید نہ لگانا چاہیے کہ اللہ اگر آپ چاہیں تو قبول کر لیجئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ آپ فرماتے ہیں یوں دُعا نہ مانگو کہ اللہ اگر آپ چاہیں تو ہم پر رحم کیجئے یعنی دُعا اس طرح مانگو کہ اے اللہ ہم پر رحم کیجئے اور یوں کہنا کہ اگر آپ چاہیں تو رَحم کیجئے ٹھیک نہیں۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا تو ہے ہی نہیں تو پھر اس کہنے کی حاجت ہی کیا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ایسا کیجئے کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ شاید ویسے آپ پر میرے مانگنے سے دباؤ پڑتا اور اس

دباؤ سے آپ میری حاجت پوری کر دیتے سو میں آپ پر دباؤ نہیں ڈالتا بلکہ اگر آپ کا دل چاہے تو میرے اوپر رحم کر دیجئے ورنہ نہیں کیونکہ مجھے آپ پر دباؤ ڈالنا منظور نہیں سو یہ تو بڑی بے ادبی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کی نسبت سمجھ رہا ہے کہ میرے کہنے سے ان پر دباؤ پڑے گا۔ بھلے آدمی وہاں دباؤ کا کیا کام تم دس ہزار دفعہ مانگو اور دعا کرو اگر وہ چاہیں گے تو رحم کیجئے۔ تم تو یہی کہو کہ اے اللہ رحم کیجئے انہیں اختیار ہے کریں یا نہ کریں۔ میں سچ کہتا ہوں اگر تمام دُنیا کے بھی عقل مند جمع ہو کر سوچتے تو یہ بات کبھی بھی نہ سمجھ سکتے جو حضرت نے سمجھ لی اور جب اللہ تعالےٰ مجبوری سے بالکل پاک ہیں تو اگر تم کو روزہ رکھنے اور تراویح اور قرآن پڑھنے کی ہمت نہ دیتے تو تم کیا کر سکتے تھے۔ اسی لیے فرمایا کہ رمضان کا اوّل حصہ رحمت ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور تراویح اور قرآن پڑھنے کی ہمت دے دی بہت بڑی مہربانی ہے تو جب رمضان کے اوّل حصہ میں نیکیوں کی ہمت ملی اور نیک کام کرنے شروع کیے تو گناہ بھی معاف ہو گئے تو درمیانی حصہ رمضان کا گناہوں کی معافی ہُوتی اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ رمضان کا درمیانی حصہ بخشش ہے اور ظاہر ہے کہ گناہوں کے معاف ہونے سے آدمی دوزخ سے بھی بچ جاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں رمضان کا اخیر حصہ دوزخ سے آزادی ہے غرض آج کا دن جو کہ رمضان کے اخیر دنوں میں سے ہے یہ خوشی کا دن ہے پس ہم کو اللہ تعالےٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ہم کو دوزخ سے نجات بخشی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل رحمت اور گناہوں کی معافی کو بیان فرمایا ہے پھر اس کے بعد دوزخ سے نجات پانے کو تو پس ہر شخص اپنی حالت کو دیکھ لے اور سوچ لے کہ اس نے رحمت اور گناہوں کے بخشے جانے کے کام بھی کیے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ دوزخ سے نجات تو جب ملے گی جب کہ اوّل ایسے کام کرلے جس

سے اللہ تعالٰے کی رحمت میں داخل ہو جاوے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاویں۔

ہر عمل کی خوبی جب حاصل ہوتی جبکہ اس کے طریقہ سے کیا جاوے

مگر ہاں کوئی تراویح اور روزہ کی نقل اُتار کر اس کی ظاہری صورت سے یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے تو رحمت اور بخشش کے کام کر لیے کیونکہ ہر کام کی خوبی اسی وقت میسر آسکتی ہے جب کہ ان کو ان کے طریقہ سے کیا جاوے۔ حدیث شریف میں روزہ کی بابت آیا ہے کہ جو شخص جھوٹ فریب اور اس پر عملدرآمد کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالٰے کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ یعنی ایسا روزہ ان کے یہاں قبول نہیں ہوتا جس میں حرام چیزوں سے آدمی پرہیز نہ کرے۔ اب ہر شخص خود دیکھ لے کہ اس نے آج تک دن کیوں کر گذارے نمازیں پڑھیں یا نہیں پڑھیں اور پڑھیں تو ان کو ڈھنگ سے بھی پڑھا یا نہیں۔ دن میں ہماری کیا حالت رہی رات کو ہم نے کیا کام کیے۔ کسی بُری جگہ تو نگاہ نہیں ڈالی کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ جھوٹ تو نہیں بولا پس اگر کسی شخص نے ہمت کی اور وہ سب گناہوں سے بچا رہا اور جتنے نیک کام تھے سب کو ڈھنگ سے کیا تو آج اس کے لیے بڑی خوشی کا دن ہے اور جس نے ہمت سے کام نہیں لیا اس کو آج افسوس کرنا چاہیے لیکن ہاں جن لوگوں نے آج تک کچھ نہیں کیا ہے تو ان کو بھی نا امیدی سے ہاتھ پیر توڑ کر نہ بیٹھ رہنا چاہیے بلکہ ابھی تھوڑا بہت وقت باقی ہے۔ اس میں ہی جو کچھ ہو سکے کر لینا چاہیے اللہ نے چاہا تو اس کو بھی دوزخ سے نجات نصیب ہو گی وہ ایسا دربار ہے کہ وہاں ہر وقت رحمت کا دروازہ کھلا رہتا ہے کسی کو آنے کی روک ٹوک نہیں۔ اسی طرح وہاں کسی کے آنے نہ آنے کی پرواہ بھی نہیں جس کا جی چاہے جب چاہے چلا آوے اور جس حالت میں چاہے

چلا آوے اور جب وہاں ہر حالت میں آنے کی اجازت ہے تو اس سے آپ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بعض لوگ جب کسی ہندو یا عیسائی کو مسلمان کرتے ہیں تو اس کو اول نہلاتے ہیں جب کہیں مسلمان کرتے ہیں سو یہ مناسب نہیں۔ صاحبو! مسلمان ہونے کے لیے نہ نہانے کی ضرورت ہے نہ وضو کی بلکہ اگر استنجا بھی نہ کیا ہو تو اس سے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرو پہلے مسلمان کر لو اور اس کے بعد نہلا دھلا لو اور ایک یہ بات بھی تو ہے کہ کسی کو کیا خبر ہے کہ چار منٹ کے بعد زندہ رہے گا یا ختم ہو چکے گا۔ پس مسلمان کرنے میں ذرا دیر نہ کرو۔ بعض لوگ تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ مسلمان کرنے کے بعد مسہل دینے کی رائے دیتے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ پاک ہونے کے لیے اگر یہ ضروری ہے کہ کفر کے زمانہ کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے تو پھر فصد بھی لینا چاہیے بلکہ گوشت پوست بھی نیا ہونا چاہیے غرض کہ سب بیہودہ جھگڑے لگا رکھے ہیں۔ اس دربار میں جس کا جی چاہے جب چاہے چلا آوے اور جس حالت میں چاہے چلا آوے۔ صاحبو! غور کیا آج کوئی بادشاہ ہے کہ وہاں ناپاکوں کو اپنے دربار میں آنے سے نہ روکے۔ خلاصہ یہ کہ وہاں نہ تو کوئی آتے کو ٹوکتا ہے اور نہ جاتے کو روکتا ہے جس کا دل چاہے چلا آوے جس کا دل چاہے چلا جاوے۔ کسی کو اس طرح پر نہیں چڑھایا گیا کہ وہ ذرا بھی ناز کر سکے۔ پس جب یہ حالت ہے تو ہم لوگوں کو ناامید نہ ہونا چاہیئے شاید کبھی کوئی یہ سمجھ لے کہ اب تو سارا رمضان گذر چکا ہے اتنے تھوڑے دن عبادت کرنے سے کیسے گناہ معاف ہو جائیں گے آج اٹھائیسواں روزہ ہے ابھی ایک دو دن باقی ہیں شریعت کے وعدہ پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں گے اور کوشش کرینگے تو آج ہی بخشش ہو جاتی ہے اور دو دن ہی میں تمہارا کام ہو جاوے گا۔ تم اگر گناہوں کی پوٹ لے کر بھی پہنچ جاؤ گے تب بھی ادھر کے ایک چھینٹے میں سب دُھل جاویں گے دیکھئے

اگر ساری دُنیا بھی برف سے بھر جاتے تو سورج کے نکلتے ہی سب پانی ہو کر بہ جاوے گی اسی طرح اگر سارا عالم بھی گناہ سے بھر جاوے تو ادھر کی ایک نگاہ بس ہے۔ خیر مطلب یہ ہے کہ دو دن جو باقی رہ گئے ہیں ان میں تو اپنی فکر کرلینی چاہیے پھر بعد رمضان کے تو دُنیا میں کھپ جاؤ گے اور بالکل بے فکر ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر ان کی رحمت پر نظر کریں تو ایک دم بھی اُدھر سے غفلت نہ کریں اور بے فکر نہ ہوں۔ کیونکہ خدا جانے کس وقت مہربانی سے ہم پر توجہ کریں پھر اس وقت ہم ان سے بے فکر ہوتے اور دنیا میں ہمارا خیال ہو تو کیسی خرابی کی بات ہو گی اس وقت افسوس کر کے کہو گے کہ بڑی خوش قسمتی سے تو موقع ملا تھا پھر وہ ہماری غلطی سے ہاتھ سے جاتا رہا میاں وہاں تو جس کا کام بھی بنا ہے ایک ہی لمحہ میں بن گیا ہے۔ ان کی ایک ہی لمحہ کی مہربانی ہمارے لیے بہت ہے مگر بہت دن اس لیے لگے رہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کس لمحہ میں مہربانی کی نگاہ پڑے گی۔

شاہ ابو المعالیؒ اور شاہ بھیکؒ صاحب کا قصّہ

شاہ بھیک صاحب

اور شاہ ابو المعالی کا قصہ ہے کہ شاہ ابو المعالیؒ صاحب کسی بات پر شاہ بھیکؒ صاحب سے خفا ہو گئے اور انہیں علیحدہ کر دیا یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے برسات آئی۔ حضرت کا مکان گر پڑا بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ایک تو آدمی تھا وہ یہ سب کام کر لیتا آپ نے اسی کو نکال دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے ہی تو نکالا ہے تم بلا لو میں تم کو تو منع نہیں کرتا بی بی صاحبہ نے شاہ بھیکؒ صاحب کو بلا بھیجا ان کی تو عید آگئی۔ سنتے ہی آموجود ہوئے۔ بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہنچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ سارا دن مکان ٹھیک ٹھاک کر کے چوکس کر دیا اور چھت پر

مٹی کوٹنے لگے اتنے میں حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سُن کر مہربانی کا جوش آیا اور اٹھ کر صحن میں آئے اور ان کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ لو وہ وہیں سے کود پڑے حضرتؒ نے لقمہ ان کے منہ میں دیا اور سینہ سے لگا لیا۔ بس سارا کام ایک لمحہ میں بن گیا اسی لیے تو کہتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی غفلت مت کرو۔ مگر خیر اتنی ہمت نہ ہو تو رمضان رمضان تو جاگ کر عبادت کر لو یہ ایک دو دن رہ گیا ہے۔ اس کو بے کار مت کھوؤ۔

رمضان المبارک میں غافل رہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو ڈرانا

ذرا خیال تو کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذلیل ہوا وہ شخص ذلیل ہوا وہ شخص ذلیل ہُوا وہ شخص صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص ذلیل ہوا فرمایا ایک تو وہ شخص کہ جس نے میرا نام سُنا اور مجھ پر درود نہ بھیجا دوسرا وہ شخص کہ اس کے سامنے اس کے بوڑھے ماں باپ زندہ رہے اور اس نے ان کی خدمت کر کے جنت نہ کمائی۔ تیسرا وہ شخص کہ رمضان شریف آئے بھی اور گذر بھی جائے اور وہ اسی طرح گنہگار رہا اور نیک کام کر کے اس نے اپنے گناہ نہ بخشوائے۔ صاحبو! غور تو کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو کوس رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوسنا اللہ کا کوسنا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوسیں اس کا ٹھکانہ کہاں ہو سکتا ہے۔ اب فکر کر لو اگر گناہوں کی بخشش چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور معاف کرانے کا یہ طریقہ نہیں ہے تسبیح لے کر صرف توبہ ہے توبہ پڑھنا شروع کر دیا بلکہ یہ بھی کرو اور اس کے ساتھ ہی حقداروں کے حق بھی

ادا کر دو۔ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کی زمین دبی ہو یا موروثی ہو اس کو چھوڑ دو کسی کا قرض آتا ہو تو اس کو مٹا دو۔ لوگ اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ موروثی زمین چھوڑنے کی بے ڈھب کہی پھر ہم کھاویں گے کہاں سے۔ لیکن صاحبو غور کرو اگر کسی شخص سے موروثی کھیتوں میں کو ریل نکل جاوے اور اس کے سب کھیت ریل میں آجاویں مگر قیمت سب کی سب زمیندار کو ملے تو یہ کیا کرے گا اور کہاں سے کھاوے گا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ دُنیا کے بادشاہوں کا حکم تو بے عذر مان لیں اور جو اللہ تعالےٰ کا حکم ہو اس میں سُستی کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی کچھ قدر نہیں ورنہ جو اسلام کے حکم ہیں ان کی بھی ضرور قدر کرتے، بات یہ ہے کہ بلا مشقت مل گئے ہیں اور اس کے نفع کو دیکھتے نہیں۔ اس وجہ سے ان کی کچھ قدر نہیں سمجھی اسلام کے ملنے میں کچھ روپیہ تو خرچ کرنا ہی نہیں پڑا۔ پھر اس کی انہیں قدر ہو تو کیسے ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ نہیں قدر کی اللہ تعالےٰ کی جیسے کہ اس کی قدر کرنی چاہیے تھی۔ دُنیا کے حاکم تو جب خوش ہوتے جب کہ بہت کچھ کوشش کی جاتے اور بہت کچھ روپیہ خرچ کیا جائے اور اللہ تعالےٰ کو دیکھئے تو بہت آسانی سے رضامند ہو جاتے ہیں اور ہم پھر بھی ان کو راضی کرنے کی فکر نہیں کرتے لیکن حقیقت میں یہ بڑا کمینہ پن ہے کیونکہ انسان کو چاہیے کہ جس کا احسان اپنے اوپر بہت زیادہ ہو اس کے سامنے تو نہایت عاجزی سے رہے اور اس کا کہا ماننے یہ نہیں کہ الٹی اس کے ساتھ شرارت کرے اور اس کے کہنے کے خلاف چلے۔

موروثی زمین کا روکے رکھنا حرام ہے

پس اپنی تھوڑی بہت تکلیف کی کچھ بھی پروا نہ کرو اگر کسی کے پاس موروثی زمین ہے تو اس کو چاہیے کہ فوراً چھوڑ دے بلکہ میں کہتا

ہوں کہ جو شخص موروثی زمین چھوڑ دے گا وہ زیادہ آرام میں رہے گا کیونکہ وہ اس سے بڑا ایماندار مشہور ہو جاوے گا لوگ کہیں گے کہ دیکھو میاں کس قدر ایماندار ہے کہ اپنی موروثی زمین چھوڑ دی پھر تو ہر ایک زمین دار یہی کوشش کرے گا کہ ہماری زمین بھی یہی جوتے اگر اب بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آوے اور نہ مانیں تو وہ جانیں۔ دو شخص ضلع سہارنپور کے میرے پاس آئے میں اتفاق سے موضع بھیسانی گیا ہوا تھا وہ میرے پاس وہیں پہنچے کہ ہم کو مُرید کر لو میں نے پوچھا کہ تمھارے پاس موروثی زمین تو نہیں ان سے معلوم ہوا کہ ہے میں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ کہنے لگے پہلے مُرید کر لو پھر چھوڑ دیں گے، میں نے کہا کہ پہلے چھوڑ آؤ جب مرید کروں گا یہ سُن کر کہا کہ اچھا ہم چھوڑ آتے ہیں مگر آج تک لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک گاؤں کے لوگ مدت سے مجھے بلا رہے ہیں لیکن اب تک اس وجہ سے نہیں گیا کہ وہاں سب کے پاس موروثی زمینیں ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بتلاؤ مجھے روٹی کہاں سے کھلاؤ گے بس اس کا جواب نہ دے سکے۔ حدیث میں ہے کہ اگر ایک روپیہ حرام کا ہے اور نو روپے حلال کے تو بس اس ایک حرام کے روپیہ مل جانے سے ساری عبادت غارت ہو گئی اور غضب یہ ہے کہ لوگ حرام کمائی بیوی بچوں کے لیے کماتے ہیں یہ بھی نہیں کہ صرف اپنے ہی لیے ایسا کریں مگر اس سے کوئی نہ سمجھ لے کہ پھر روزہ نماز کر کے کیا کریں گے کیونکہ ہمارے پاس تو حلال کمائی نہیں ہے اور جب حلال کمائی نہیں تو روزہ نماز کچھ بھی قبول نہ ہو گا تو نماز روزہ سے فائدہ کیا۔ یاد رکھو اب تو فقط ایک گناہ ہے کہ حرام مال سے پیٹ بھرا اور اگر نماز روزہ اور دوسرے نیک کام چھوڑ دیئے تو اور بہت سے گناہ ہو جاویں گے۔

دُوسرا مضمون عید کے متعلق

یہ مضمون رمضان کے بیان میں تھا اب عید کی نسبت کچھ بیان کرتا ہوں اس کا بھی اسی حدیث سے تعلق ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے آخری حصّہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے نجات ہے اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دوزخ سے نجات جب ہی ہوتی ہے جب کہ اس سے پہلے رحمت اور گناہوں کی بخشش بھی ہو تو معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری حصّہ میں رحمت ہوتی ہے اور گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے نجات بھی اور قرآن شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور ان کی رحمت کے ساتھ خوش ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر خوشی ہونی چاہیے اور حدیث میں بھی ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشی ہیں ایک تو روزہ کھولنے کے وقت دوسرے جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کھولنے کا وقت خوشی کا وقت ہے اور روزہ کھولنا دو طرح پر ہے ایک تو چھوٹا جو کہ روزمرہ کے افطار کے وقت ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا یہ وہ جو رمضان ختم ہونے پر روزہ کھولتے ہیں جب سب روزے پورے ہو جاتے ہیں پس اس پر جو خوشی ہوتی ہے اس کا ہی نام عید ہے۔

عید کی رات بالکل نہ کھانے کی اصلیت

ہمارے جاہل بھائیوں نے ایک نیا مسئلہ نکالا کہ عید کی رات میں کچھ نہیں کھاتے جب صبح ہو چکتی ہے تو کچھ کھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو اس رسم کو میں اپنے بچپن کے زمانہ سے دیکھتا چلا آتا ہوں تحقیق جو کیا تو اس کی صرف اتنی اصل نکلی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ عید کے روز صبح کو کچھ کھا لیا کرتے اس کے بعد نماز کو جاتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آج روزہ نہیں ہے

اس خوف سے کہ کبھی کوئی روزہ رکھ لے اور یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اللہ تعالے نے حد مقرر کر دی کہ شروع مہینہ سے اسکے اخیر تک روزہ رکھو اب اس حد سے بڑھنا درست نہیں اسی وجہ سے رمضان سے ایک دن پہلے سے روزہ شروع کر دینا مکروہ ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

عید کے دن ہم کو خوشی منانے کا حکم ہے

غرض یہ ہے کہ عید ایک ایسا زمانہ ہے جس میں ہم کو خوشی کرنے کا حکم ہے مگر چونکہ یہ خوشی دین کی ہے اس لیے اس کو اسی طریقہ سے کرنا چاہیے جو دین نے سکھلایا ہے بات یہ ہے کہ خوشی دو قسم کی ہوتی ہے ایک دُنیا کی خوشی ہے دوسری دین کی خوشی پس اگر ہم کوئی دین کی خوشی کسی خاص طریقہ سے کرنا چاہیں تو ہم کو اپنی رائے سے طریقہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ دیکھنا چاہیے کہ شریعت نے بھی ہم کو اس طریقہ سے خوشی کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں ہاں اگر دُنیا کی خوشی ہو تو البتہ اپنی رائے سے کر لینے میں کچھ حرج نہیں مگر جب تک کہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو ورنہ وہ بھی درست نہیں۔ آج کل بھائیوں نے ایک نئی فساد کی بات ہندوستان میں نکالی ہے وہ یہ کہ انھوں نے کوشش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن بھی عید کرنی چاہیے اور یہ خیال ان کو اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے دوسری قوموں کو دیکھا کہ وہ اپنے دین کے بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ مگر سمجھ لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن کی خوشی کوئی دنیا کی خوشی نہیں ہے جو اپنی رائے سے کر لو۔ بلکہ یہ تو دین کی خوشی ہے پس اس خوشی کے لیے وہی طریقہ مقرر کر سکتے ہیں جس کی دین سے بھی اجازت ہو اپنی رائے سے کوئی طریقہ نہیں نکال سکتے اگر کوئی شخص

کہے کہ ہم سالگرہ کے طور پر اس دن خوشی کرتے ہیں جیسے اور دنیا کی خوشیاں کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ ایسا کرنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی سخت بے ادبی ہے صاحبو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح سمجھ لیا ہے کہ اس خوشی کے لیے اس کمینی دُنیا کا سامان کرتے ہو جیسے دُنیا کے بادشاہوں کے لیے کیا کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کا کتیا کے بچے پیدا ہونے پر دنیا داروں کی دعوت کرنا اور ایک بزرگ کی دعوت نہ کرنا

مجھے اس موقع پر ایک بزرگ کا قصہ یاد آیا کہ وہ جنگل میں رہتے تھے ایک کتیا پال رکھی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ کتیا نے بچے دیئے تو آپ نے تمام شہر کے عزت داروں اور دُنیا داروں کی دعوت کی لیکن ایک بزرگ شہر میں رہتے تھے ان کو نہیں بلایا۔ ان بزرگ نے بے تکلفی سے دوستانہ شکایت کی میاں دعوت میں ہمیں نہیں بلایا تو ان بزرگ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ حضرت میرے یہاں کتیا نے بچے دیئے تھے اس کی خوشی میں دُنیا کے کتوں کی دعوت کی تھی اور بڑی بے ادبی تھی کہ دُنیا کے کتوں کے ساتھ آپ کی بھی دعوت کرتا۔ جس روز میرے اولاد ہو گی اور مجھ کو خوشی ہو گی اس دن آپکی دعوت کر دوں گا۔ اور ان کتوں میں سے ایک کو بھی نہ بلاؤں گا۔ غرض ہم جو برتاؤ دنیا داروں کے ساتھ کرتے ہیں وہ برتاؤ بزرگوں کے ساتھ کرنا بے ادبی ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگر وہ برتاؤ کیا جاوے گا تو یہ کیسے بے ادبی میں داخل نہ ہو گا اب یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن دُنیا کی خوشی کیسے ہو گیا۔ سُنیئے اگر یہ دُنیا کی خوشی ہوتی تو اس کی خوشی زمین ہی زمین پر ہوتی مگر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی تو زمین کیا معنی آسمان پر بھی ہوئی۔ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو

عرش وکرسی اور فرشتے سب کے سب خوش تھے پس یہ دنیا کی خوشی تو نہ ہوئی یہ تو دینی خوشی ہوئی تو اس کو ہمیں ہر طرح سے شرع سے معلوم کرنا ضروری ہوا۔ اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو اس دن کو عید بنانا چاہتے ہیں کہ کون سی آیت اور کون سی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن بھی عید کرنی چاہیے۔ اگر یہ شرع کی بات ہوتی تو صحابہؓ کو ضرور معلوم ہوتی کیونکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہوئے تھے ان سے زیادہ اور کون مسئلے جان سکتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے برابر اور کس کے دل میں ہوگی پھر کیا وجہ کہ یہ کسی کو نہیں سوجھا کسی کو خیال نہیں ہوا کہ اس دن عید کرنی چاہیے۔ ہاں جن باتوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت ہے ان کو ضرور کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا اور فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ میں اس میں پیدا ہوا ہوں اس لیے ہم کو بھی اس دن روزہ رکھنا مناسب ہوا اور جس طرح کہ پیدائش کے دن اپنی طرف سے گھڑ کر خوشی کے طریقے نہ برتنے چاہئیں۔ اسی طرح وفات کے دن بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہ نکالنی چاہیئے اگرچہ وہ دن بھی بزرگوں کی خوشی کا دن ہے۔ اس سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ جو لوگوں نے بزرگوں کے عرس کا طریقہ نکال لیا ہے یہ نہایت ہی نامناسب ہے بلکہ یہ شرع کی حد سے گذر جاتا ہے۔ اس کی اصلیت فقط اتنی ہے کہ عرس کے معنی ہیں خوشی کے اور بزرگوں کی وفات ان کے لیے بڑی خوشی کی چیز ہے کیونکہ وہ تو اس زندگی کی قید سے چھوٹ کر اپنے محبوب سے جا ملتے ہیں پھر ان کو اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوگی۔ اسی وجہ سے ان کی وفات کے دن کو عرس کہتے ہیں اور گو دنیا میں بھی ان کو محبوب کا وصال ہوتا ہے لیکن اس وصال کو کہاں پہنچ سکتا ہے جو مرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے ان

دونوں میں بڑا فرق ہے یہاں تو حجاب کے ساتھ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بے حجاب کے ہوگا اس لیے وہ اس کی تمنائیں کرتے ہیں اور مرتے وقت بھی بہت اطمینان سے رہتے ہیں۔ ایک نقشبندی خاندان کے بزرگ کا قصہ ہے کہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ لے چلو تو ایک شخص شعر پڑھتا ہوا ساتھ ساتھ چلے۔ کیوں صاحب بے اطمینانی میں کسی کو ایسی فرمائشوں کی سوجھ سکتی ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ باتیں تو خوشی ہی میں سوجھتی ہیں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کا قصہ مشہور ہے کہ جب آپ کا انتقال ہُوا اور جنازہ لے چلے تو ایک مرید نے رنج کے غلبہ میں کچھ شعر پڑھے بس حضرت سلطان جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ کفن کے اندر اونچا ہو گیا یہ خوشی کی حالت نہیں تو اور کیا ہے۔ واقعی بزرگوں کو اس دن بڑی خوشی ہوتی ہے اور یہ کچھ اس وجہ سے نہیں کہ انھیں حوروں اور جنت ہی کی ہوس ہوتی ہے بلکہ وہ اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ اب محبوب کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضرت ابن الفارض رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انھیں جنت نظر آئی آپؒ نے اس طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ محبت میں اگر میرا مرتبہ آپ کے نزدیک اتنا ہی ہے جو مجھ کو نظر آیا تو میرے دن بے کار گئے یعنی جان تو آپ کے لیے دے رہا ہوں جنت کو کیا کروں آخر جنت چھپ گئی اور اللہ تعالےٰ کا نور نظر آیا۔ بس اسی وقت وفات ہو گئی۔ اکثر لوگ ان حالات کو سُن کر تعجب کریں گے لیکن یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ خود اس سے محروم ہیں اس وجہ سے ان کو چاہیے کہ ان باتوں کا انکار بھی نہ کریں۔ غرض کہ بزرگوں کی وفات کا دن ان کے لیے خوشی کا دن تھا اب لوگوں نے اس میں ایسی خرابیاں پیدا کرلیں جس کی کچھ انتہا نہیں تمام بیاہ شادی کے سامان جمع کر دیئے اکثر جگہ رسم ہے کہ بزرگوں کی قبر پر مہندی چڑھاتے ہیں نوبت نقارہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح ستار باجے سب بے ہودہ چیزیں جمع کر رکھی ہیں غریب مُردہ پر تو بس چلتا نہیں قبر کی گت بنائی جاتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور عید میں تین چیزیں ضروری ہوتی ہیں ایک لوگوں کا جمع ہونا دوسرے خاص دن مقرر ہونا تیسرے خوشی۔ تو مطلب یہ ہُوا کہ میری قبر پر کسی خاص دن خوشی کے سامان کے ساتھ جمع نہ ہونا ہاں اگر اتفاق سے کبھی جمع ہو جاویں اور یہ نیت نہ ہو تو حرج نہیں۔ دوسرے یہ بات بھی ہے کہ حضورؐ کی وفات گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوشی کی بات ہے لیکن ہم کو تو اس سے ایک طرح کا رنج ہی ہے تو پھر اس دن خوشی کیسی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اس طرح جمع ہونا درست نہیں تو دوسروں کی قبر پر یہ جمع ہونا اور طرح طرح کی خوشیاں منانا کیسے درست ہوگا اور عجیب برکت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آج تک کوئی خاص دن جمع ہونے کے لیے مقرر نہیں ہُوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو حکم ہے کہ جب بڑا افطار کریں یعنی جب آخری روزہ کھولیں تو اس دن عید کریں اور اس میں یہ باتیں ہونی چاہئیں۔ ملاقات کریں۔ خوش ہوں۔ بہت سی خیرات کریں۔ سب اکٹھے ہو کر عید کا دوگانہ پڑھیں۔ صاحبو! غور تو کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے خوش کرنے کا کیا اچھا طریقہ مقرر کیا کہ اس میں نماز کا حکم ہے۔ دل کھول کر خیرات کرنے کی فرمائش کی اور نماز بھی روزمرہ جیسی نہیں بلکہ اس میں تکبیریں اور زیادہ کر دیں تاکہ عید کی نماز میں اور روزمرہ کی نماز میں ایک طرح کی پہچان ہو جاوے اور شریعت کی خوبی دیکھئے کہ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں ایک دین اور ایک طبیعت اور جیسے کہ طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے اسی طرح دین میں بھی جوش پیدا ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے دین کے جوش کا یہ انتظام کیا کہ اس دن اچھے سے اچھا کپڑا پہننے کی اجازت دی دیکھئے

شریعت کا کیسا پاکیزہ انتظام ہے۔ افسوس اس شریعت کو لوگوں نے بھیانک صورت میں ظاہر کیا اور لوگوں کو اس سے ڈرایا کہ وہ اس سے دُور دُور رہنے لگے ورنہ وہ تو عجیب دل کو لبھانے والی چیز ہے۔ یہ حکم تھے عید کے جو بیان ہوئے باقی اور حکم عید کے سو وہ بہت مرتبہ بیان ہو چکے ہیں جیسے چاند دیکھنے میں کوشش کرنا اور چاند کی خبروں کے ماننے میں احتیاط کرنا ہر جھوٹی سچی خبر پر دھیان نہ کرنا۔ لیکن صدقہ فطر کا اس وقت اتنا بیان کرتا ہوں کہ جس کے پاس پچاس روپے کا مال اپنی ضروری حاجت سے زیادہ ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اپنی طرف سے بھی دے اور اپنے چھوٹے بال بچوں کی طرف سے پکی تول کے پونے دو سیر گیہوں محتاجوں اور فقیروں کو دے دے مگر ہاں جو کچھ دو وہ کسی کی تنخواہ کے حساب میں مت دیجیو اور اگر کسی کی تنخواہ تمہارے ذمہ چاہیے تھی اور اس میں تم نے صدقہ فطر دے دیا تو تمہارے ذمہ سے ادا نہ ہوگا بلکہ صدقہ فطر تم کو دوبارہ دینا پڑے گا۔ ہاں عید کے دن کی ایک خوبی اور یاد آئی۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگ عید گاہ میں جمع ہو چکتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ جس مزدور نے اپنا کام اچھی طرح پورا کر دیا ہو اس کو کیا بدلا دینا چاہیے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں اس مزدور کو پوری مزدوری دے دینی چاہیے اللہ تعالےٰ اس پر فرماتے ہیں اپنے جلال اور عزت کی قسم آج میں ان کو بخشے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ اور فرشتوں کی بات چیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ لوگ بخشے بخشائے ہوتے لوٹ کر آتے ہیں تو اس حدیث کے سننے کے بعد اب لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ عید گاہ میں کیسی صورت بنا کر جانا چاہیے ایسی صورت سے جانا چاہیے کہ اس کی مہربانی کے لائق تو ہوں۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ صورت بھی گناہ گاروں کی بنا کر جاتے ہیں جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے

ہیں یا کترواتے ہیں انہیں ضرور چاہیے کہ آج ہی سے اس سے توبہ کریں ہمیشہ کے لیے نہ ہو سکے تو عید، بقرعید کے گذرنے تک تو اس سے بچے رہیں کہ ان وقتوں میں بڑی حاضری ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر ڈاڑھی نہ منڈوائی جائے تو کوئی نقصان بھی نہیں اور منڈوانے سے کوئی نفع بھی تو نہیں ہوتا پھر اس بے لذت گناہ سے کیا فائدہ فضول اللہ تعالےٰ کے سامنے ذلیل بھی ہوئے دنیا میں کچھ مزہ تک بھی نہ آیا۔ اسی طرح بعض لوگ ریشمی لباس پہن کر عیدگاہ میں جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی ریشمی لباس نہ خود پہنو اور نہ اپنے لڑکوں کو پہناؤ۔ صاحبو! کیا کسی بادشاہ کے دربار میں جاتے ہوئے کوئی شخص اپنے کو باغیوں کے کپڑوں سے سجا کر جائے گا اور کیا باغیوں کی شکل بنا کر جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ پھر کیا اللہ کی بڑائی دنیا کے بادشاہوں کے برابر نہیں اس کو سوچو اور اللہ تعالےٰ کے عذاب کو نظروں کے سامنے رکھو اور ان سب خرافات کو چھوڑ دو۔ اب اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

صحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ)

اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشادات عالیہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیّت سے پڑھ کر یہ دُعا مانگو

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ مَیں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں۔ سخت خبیث ہوں۔ سخت گنہگار ہوں۔ میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں۔ آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ جو گناہ مَیں نے اب تک کیے ہوں۔ انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو مَیں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا۔ لیکن پھر معاف کرا لوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہو گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی۔ شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا۔ دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

ترانۂ مسلم

آثار سے ہے ناشی ہر سُوعیاں ہمارا

ہر خطہ زمیں ہے افسانہ خواں ہمارا

گذرا ہے ایسا زریں عہد گذشتہ کس کا

ثانی کوئی بتائے تاریخ داں ہمارا

پرواز کی حدیں تھیں گھیرے ہوئے جہاں کو

چھوٹا سا تھا عرب میں گو آشیاں ہمارا

کس ملک و مملکت میں اس صفحۂ زمیں پر

گونجا نہ زیر گردوں شورِ اذاں ہمارا

ایمان کی تھی قوت، اخلاص کی تھی برکت

اک اک ہزار کا تھا اک اک جواں ہمارا

آتے تھے آسماں سے بہرِ مدد فرشتے

اللہ میاں کے ہم تھے اللہ میاں ہمارا

سالارِ کارواں کے نقشِ قدم کو چھوڑا

گُم ہے جو وادیوں میں اب کارواں ہمارا

قائم رہے ہیں حق پر ہم سر کٹا کٹا کر

چُپ ہے زبانِ خنجر سچ ہے بیاں ہمارا

مُسلم ہیں ہم غلامی کرتے نہیں کسی کی

بس اک خُدائے برتر ہے حکمراں ہمارا

کمزور ہم کو ہرگز سمجھیں نہ اہلِ باطل

اُٹھے نہیں کہ پھر ہے سارا جہاں ہمارا

ہو پھر نصیب یارب ہم کو عروجِ سابق

چھا جائے کُل جہاں پر قومی نشاں ہمارا

فکرِ دنیا تجھ کو صبح و شام ہے

اس سے غفلت ہے جو اصلی کام ہے

کچھ دنوں سہہ لے مشقت دین کی

پھر تو بس آرام ہی آرام ہے

گفتۂ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۱۱

القول العزیز

وقتِ عمل کب آئے گا ہم ہیں کس انتظار میں
اب بھی ہے کیا کوئی کسر ذلّت و افتقار میں
جب کہ خدا پہ تھی نظر کچھ نہ تھا دشمنوں کا ڈر
دن بھی ہوئے تو بے خطر گھس گئے ہم ہزار میں

رنگ ریلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

مجذوبؒ